دوسرا پارہ

مولانا محمد اسلم شیخوپوری

دوسرے پارہ کی ابتداء ہوتی ہے تحویلِ قبلہ کے ذکر سے ......اصل میں مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً سولہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے لیکن آپ کی دلی آرزو یہ تھی کہ کعبہ کو مسلمانوں کا قبلہ قرار دیا جائے جو کہ ملتِ ابراہیمی کا ایک حصّہ اور ظاہری شعار تھا، آپ کی قدیمی آرزو کی تکمیل یوں ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے تحویل قبلہ کا حکم نازل فرمادیا ......تحویل قبلہ کا حکم نازل ہونے کے بعد یوں تو مشرکوں اور منافقوں نے بھی بے بنیاد اعتراضات اٹھائے لیکن اس معاملے میں یہود پیش پیش تھے وہ بظاہر بڑے تعجب سے لیکن حقیقت میں عناد کی بناء پر کہتے تھے ''اُنہیں کس چیز نے اس قبلہ سے پھیر دیا جس کی طرف رُخ کر کے یہ پہلے عبادت کیا کرتے تھے''۔''اللہ نے اپنے نبی کو حکم دیا ''آپ فرمادیجئے کہ ساری سمتیں خواہ مشرق ہو یا مغرب اللہ ہی کی ہیں''، پس اسے اختیار ہے جس سمت کو چاہے قبلہ مقرر فرمادے، گویا یوں کہا گیا کہ ساری جہات اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں، کسی بھی جہت کو دوسری جہت پر اپنی ذات کے اعتبار سے کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے اور نہ ہی کوئی جہت قبلہ بننے کی صلاحیت رکھتی ہے، بلکہ وہ اللہ کے حکم سے قبلہ بنتی ہے، لہٰذا تحویلِ قبلہ کے بارے میں ان کے اعتراضات کی کوئی حقیقت نہیں، یوں بھی اصل اہمیت کسی جہت کی طرف توجہ کو نہیں بلکہ اصل اہمیت اللہ کی طرف توجہ کو حاصل ہے۔ان آیات کے مطالعہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حسنِ ادب بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ شدتِ اشتیاق اور انتظارِ وحی میں بار بار آسمان کی طرف اپنی مبارک نگاہیں اٹھاتے تو تھے مگر تحویل قبلہ کا سوال نہیں کرتے تھے کہ شاید اللہ کا فیصلہ اور اس کی رضا عدمِ تحویل ہی میں ہو، شاید اسی مناسبت سے اللہ تعالیٰ نے

تحویلِ قبلہ کا حکم دینے کے فوراً بعد اہلِ ایمان پر اس نعمتِ عظمیٰ کا ذکر فرمایا ہے جو انہیں سراجِ منیر اور بشیر و نذیر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں عطاء ہوئی۔ مستقل قبلہ کا تعین بھی اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے اور ہدایت کے لئے عظیم الشان رسول کی بعثت بھی بے مثال احسان ہے۔(۱۵۱)

تحویل قبلہ کی بحث کو سمیٹتے ہوئے آخری اور فیصلہ کن بات جو ارشاد فرمائی گئی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ حقیقی نیکی کا معیار مشرق و مغرب کی طرف رُخ کرنا نہیں بلکہ حقیقی نیکی کا معیار یہ ہے کہ عقائد، اعمال، معاملات اور اخلاق سب کا رُخ صحیح ہو، اللہ کو راضی کرنے کے لئے صرف چہرے کا رُخ ہی نہیں بلکہ دِل اور پوری زندگی رُخ بھی بدلنا ہوگا، ارشاد ہوتا ہے "مشرق و مغرب کی طرف منہ کر لینا ہی نیکی نہیں بلکہ حقیقی نیکی تو یہ ہے کہ الخ" (۱۷۷)

اس آیت کریمہ کو علماءِ کرام نے بڑی اہمیت دی ہے اور اس سے کم و بیش سولہ قواعد اخذ کئے ہیں۔ اس آیت کریمہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ دینِ اسلام محض چند ایسی مذہبی رسوم کا نام نہیں ہے جنہیں عبادت خانے اور خانقاہ میں اداء کیا جاتا ہے بلکہ اس دین کا تعلق زندگی کے ہر شعبے سے ہے، یہ ہر جگہ انسان کے ساتھ رہتا ہے گھر میں بھی اور بازار میں بھی، مسجد میں بھی اور مدرسہ میں، سیاست و حکومت میں بھی اور تجارت و معاشرت میں بھی، یہ مسلمانوں کی ہر جگہ نگرانی کرتا ہے اور مسلمان پر لازم ہے کہ وہ ہر قدم اسے دیکھ کر اٹھائے۔

اس آیت کریمہ کو "آیتِ برّ" کہا جاتا ہے اور اس کے بعد جو احکام و مسائل بیان کئے گئے ہیں انہیں "ابواب برّ" کہا گیا ہے، گویا پہلے اجمالی طور پر نیکی کے اُصول بتانے کے بعد آگے ان کی جزوی تفصیلات اور احکام ذکر کئے گئے ہیں، یہ احکام مسلمان کی معاشی، معاشرتی، تجارتی، ازدواجی اور جہادی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں، یہ احکام ہم اختصار کے ساتھ ذکر کرتے ہیں (ان میں سے دو حکم ایسے ہیں جو آیتِ برّ سے پہلے ذکر ہو چکے ہیں)۔

(۱) چونکہ زمانہ جاہلیت میں صفا مروہ پر دو بُت رکھے ہوئے تھے جن کی مشرکین عبادت کرتے تھے اس لئے قبولِ اسلام کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صفا مروہ کا طواف کرنے سے

بچتے تھے،اس لئے فرمایا گیا کہ ان کا طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں۔(۱۵۸)

(۲) مشرکین ازخود بعض چیزوں کوحلال اور بعض کوحرام ٹھہرا لیتے تھے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ "(حرام وہ چیزیں نہیں جنہیں تم حرام کہتے ہو) بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو صرف ان چیزوں کوحرام کیا ہے، مردار، بہتا ہوا خون، خنزیر کا گوشت اور ہر ایسا جانور جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو، البتہ جو شخص بھوک سے مجبور ہو کر ان میں سے کوئی چیز کھا لے تو اسے کچھ بھی گناہ نہیں ہوگا لیکن شرط یہ ہے کہ کھانے سے مقصد حصولِ لذت نہ ہو اور نہ ہی قدرِ ضرورت سے تجاوز کرے......واقعی اللہ تعالیٰ بڑا غفور ورحیم ہے۔"(۱۷۳)

(۳) شریعتِ اسلامیہ کی بنیاد عدل پر ہے، اسی لیے مسلمانوں پر قصاص فرض کیا گیا ہے یعنی مقتول کے بدلے قاتل کو بھی قتل کیا جائے گا، چاہے مقتول اور قاتل کے درمیان سماجی، خاندانی، مالی اور جسمانی اعتبار سے کتنا ہی تفاوت کیوں نہ ہو، قصاص میں زندگی ہے، قاتل کی بھی اور مقتول کی بھی، جب قاتل کو اپنے جرم کی سزا ملنے کا یقین ہوگا تو وہ شدتِ غضب کے باوجود اپنا ہاتھ قتل سے روک لے گا، اس کے رُک جانے سے مقتول اور قاتل دونوں بلکہ ان کا خاندان بھی قتل وقتال سے بچ جائے گا، اسلام نے قتل کی سزا میں رحمت اور عدل دونوں چیزوں کو جمع کر دیا ہے، مقتول کے اولیاء اور ورثہ اگر قصاص کا مطالبہ کریں تو یہ عدل ہوگا اور اگر وہ معاف کر دیں یا دیت لینے پر راضی ہو جائیں تو فضل واحسان اور رحمت ہوگی۔(۱۷۸۔۱۷۹)

(۴) ایسا صاحب مال جسے اپنی موت قریب آجانے کا احساس ہو جائے اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے مال کے بارے میں وصیت کر جائے۔(۱۸۰)

(۵) ہر عاقل بالغ مسلمان پر روزے فرض ہیں، روزے اگر واقعی تمام آداب کا لحاظ رکھتے ہوئے رکھے جائیں تو انسان میں تقویٰ پیدا کرنے کے ساتھ انسانی احساسات کو بھی بیدار کرتے ہیں، جس مہینے میں روزے فرض کئے گئے ہیں اسے یہ خصوصیت اور فضیلت بھی حاصل ہے کہ اس میں قرآن جیسی عظیم الشان کتاب نازل ہوئی۔

مسافروں اور بیماروں کو روزہ چھوڑنے اور قضاء کرنے کی اجازت ہے۔(۱۸۳۔۱۸۵)

(۶) رمضان کی راتوں میں بیوی کے ساتھ جماع جائز ہے لیکن اعتکاف کی حالت میں جائز نہیں۔(۱۸۶۔۱۸۷)

(۷) کسی بھی باطل اور ناجائز طریقے سے مال کمانا جائز نہیں خواہ وہ جوا ہو یا چوری، غصب اور رشوت ہو یا خرید وفروخت کے ناجائز طریقے۔(۱۸۸)

(۸) قمری تاریخوں کا استعمال فرضِ کفایہ بھی ہے اور اسلامی شعار بھی......کئی عبادات کا مدار ان کی معرفت پر ہے۔(۱۸۹)

(۹) مسلمانوں پر جہاد وقتال فرض ہے، جہاد کا مقصد اعلاءِ کلمۃ اللہ ہے چونکہ حق اور باطل، خیر اور شر کے درمیان ٹکراؤ ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا، اس لئے جہاد بھی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ جہاد کے لئے ہمیشہ مستعدر ہیں اور دشمن کے سامنے کمزوری ظاہر نہ کریں ورنہ جرمِ ضعیفی کی سزا، مرگِ مفاجات کے سوا کچھ نہیں۔(۱۹۰۔۱۹۵)

(۱۰) اسلام کے ارکان میں سے ایک اہم رکن حج بھی ہے، اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ پوری دنیا سے مسلمان سال میں ایک بار مساوات کا عملی مظاہرہ کرتے ہوئے بلدِ حرام میں جمع ہوں اور وہاں اس کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق حج کے مناسک اور اعمال اداء کریں، حج کا احرام چند مخصوص مہینوں میں باندھا جاتا ہے البتہ عمرہ پورے سال میں کسی بھی وقت کیا جاسکتا ہے، حج کے دنوں میں تجارت اور خرید وفروخت جائز ہے، زمانۂ جاہلیت میں مشرکوں نے بہت ساری رسوم اور بدعات کا اضافہ کرلیا تھا، جن میں سے ایک یہ تھی کہ قریش، مزدلفہ میں ہی ٹھہر جاتے اور میدانِ عرفات میں جانا اپنی توہین سمجھتے تھے، انہیں حکم دیا گیا کہ وہ بھی عام لوگوں کی طرح عرفات جا کر واپس آئیں اور اپنے لئے کوئی الگ تشخص ثابت نہ کریں، یونہی مشرکین منیٰ میں جمع ہوکر آباؤ واجداد کے مفاخر بیان کیا کرتے تھے انہیں کہا گیا کہ وہ آباء کی بجائے اللہ کا ذکر کریں۔(۱۹۶۔۲۰۰)

(۱۱) انفاق فی سبیل اللہ کے ضمن میں بتایا گیا ہے کہ اہمیت، اس بات کو حاصل نہیں کہ کیا خرچ کیا جاتا ہے، اصل اہمیت اس امر کو حاصل ہے کہ کہاں خرچ کیا جاتا ہے (اور کس نیت سے خرچ

کیا جاتا ہے)لہٰذا اللہ کے دیئے ہوئے جان ومال کو صحیح مصرف پر خرچ کرنا ضروری ہے۔(۲۱۵)

(۱۲) جو شخص مرتد ہو جائے اس کے سارے اعمال باطل ہو جاتے ہیں اور وہ جہنم کا حق دار ہو جاتا ہے (اور دنیا میں اس کی سزا یہ ہے کہ اگر وہ سمجھانے کے باوجود باز نہ آئے تو اسے قتل کر دیا جاتا ہے)۔(۲۱۷)

(۱۳) شراب اور جوا میں اگرچہ ظاہری اور مادی منافع ہیں لیکن ان میں جسمانی، عقلی، مالی، اخلاقی اور معاشرتی اعتبار سے جو نقصانات ہیں وہ منافع کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہیں، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کو ''اُم الخبائث'' یعنی خباثتوں اور گناہوں کی جڑ قرار دیا ہے۔(۲۱۹)

(۱۴) بعض اجتماعی بیماریوں کی نشان دہی کے بعد خاندانی مسائل بیان کئے جا رہے ہیں کیونکہ خاندان ہی ایک اچھے معاشرہ کی بنیاد بنتا ہے، ان مسائل کی ابتداء ازدواجی تعلقات سے کی جا رہی ہے، اس سلسلہ میں پہلا حکم یہ دیا گیا ہے کہ مشرک مردوں اور عورتوں سے کسی صورت بھی نکاح جائز نہیں (۲۲۱)۔البتہ کتابی عورت کے ساتھ مسلمان مرد کا نکاح ہو سکتا ہے، مگر بہتر یہی ہے کہ کتابیہ کے ساتھ نکاح کی بجائے کسی مسلمان عورت کے ساتھ نکاح کیا جائے، اس حکمِ قرآنی سے یہ نکتہ سمجھ آتا ہے کہ اسلام میں ازدواجی رشتہ کی بنیاد خلق اور دین پر ہے، حسب نسب یا غناء اور حسن وجمال پر نہیں کیونکہ یہ عارضی چیزیں ہیں۔ نہ ہی یہ حقیقی سکون اور راحت کی ضامن ہیں اور نہ ہی سعادت کا سبب بنتی ہیں، البتہ ازدواجی زندگی کے سفر میں نیک اور خوفِ خدا رکھنے والا ساتھی، سفر کے بہت سارے مراحل کو آسان کر دیتا ہے، اسی لئے ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک خاتون کو قیمتی خزانہ سے تعبیر کیا ہے۔(ترمذی)

(۱۵) حالتِ حیض میں بیوی کے ساتھ جماع جائز نہیں کیونکہ حیض کے خون میں ایسی نجاست اور ایسے جراثیم پوشیدہ ہوتے ہیں جن کی وجہ سے میاں اور بیوی دونوں کی صحت خطرہ میں پڑ سکتی ہے، البتہ آپس میں بوس وکنار، اٹھنے بیٹھنے اور اکٹھے کھانے پینے کی اجازت ہے جبکہ یہودی اس کی بھی اجازت نہیں دیتے تھے اور نصاریٰ جماع کرنا بھی برا نہیں سمجھتے تھے گویا کہ

اسلام نے دوسرے بہت سارے معاملات کی طرح حیض کے معاملہ میں بھی افراط وتفریط کی بجائے اعتدال کی راہ اختیار کی ہے۔(۲۲۲_۲۲۳)

(۱۶) اگر کسی شخص نے قسم کھالی کہ وہ چار ماہ تک اپنی بیوی کے قریب نہیں جائے گا تو چار ماہ گزرنے پر خود بخود طلاق واقع ہوجائے گی البتہ اگر اس نے رجوع کرلیا تو نکاح باقی رہے گا لیکن قسم کا کفارہ اس پر لازم ہوگا۔(۲۲۶_۲۲۷)

(۱۷) سورۃ البقرۃ میں جتنی تفصیل کے ساتھ طلاق، عدت اور رضاعت کے مسائل بیان کئے گئے ہیں اتنی تفصیل کے ساتھ کسی دوسری سورت میں بیان نہیں کئے گئے، اس سلسلہ میں یہ جان لینا ضروری ہے کہ اللہ کی نظر میں طلاق کے قابلِ نفرت ہونے کے باوجود مخصوص حالات اور مجبوریوں کی بناء پر طلاق کی اجازت دی گئی ہے، کیونکہ بعض اوقات میاں بیوی میں سے کوئی ایک ایسا ہوتا ہے جو اپنی بداخلاقی، بدکرداری اور باغیانہ رویہ کہ وجہ سے گھر کو جہنم بنادیتا ہے، جہاں سکون نام کو نہیں ہوتا، ایسی صورت میں طلاق کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں رہتا، اسلام نے طلاق کی اجازت دینے کے ساتھ اس میں بہت ساری اصلاحات بھی کی ہیں، زمانۂ جاہلیت میں طلاق کی کوئی حد مقرر نہیں تھی، سو سو طلاقیں دے کر بھی رجوع کرلیا کرتے تھے، اسلام تین سے زائد طلاق کی اجازت نہیں دیتا، دو طلاقوں کے بعد تو رجوع کیا جاسکتا ہے مگر تیسری طلاق کے بعد رجوع کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی۔(۲۲۹)

(۱۸) شوہر نے مہر کی صورت میں بیوی کو جو کچھ دیا ہوا سے واپس لینے کی اجازت نہیں، البتہ خلع کی صورت میں اجازت ہے، خلع یہ ہے کہ عورت اس شرط پر پورا مہر یا اس کا کچھ حصہ واپس دینے کے لئے آمادہ ہو کہ اسے طلاق دے دی جائے، خلع کے لئے زوجین کی رضامندی ضروری ہے۔(۲۳۰)

(۱۹) اگر طلاق یافتہ عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح کرلے مگر کسی وجہ سے اس کے ساتھ بھی نباہ نہ ہوسکے تو وہ اس سے طلاق لینے کے بعد پہلے شوہر سے نکاح کرسکتی ہے، اسے حلالہ کہا جاتا ہے، آج کل حلالہ کے نام پر جو ڈرامہ کیا جاتا ہے اس کے کرنے والے اور کرانے

والے دونوں پر حدیث میں لعنت کی گئی ہے۔(۲۳۰)

(۲۰) طلاق کے بعد عورت کو محض اذیت سے دوچار کرنے کے لئے رجوع کرنا جائز نہیں۔(۲۳۱)

(۲۱) چونکہ اسلام، عدل اور احسان کا دین ہے جو کہ کسی پر بھی ظلم کی اجازت نہیں دیتا خواہ بچہ ہو یا بڑا، مرد ہو یا عورت، اس لئے اسلام نے دودھ پیتے بچوں کے حقوق بھی بیان کئے ہیں، آج تو پوری دنیا میں ڈھنڈورا پیٹا جارہا ہے کہ ماں کے دودھ کا کوئی نعم البدل نہیں مگر اسلام نے اس وقت ماؤں کو اپنے بچوں کو دودھ پلانے کا حکم دیا تھا جب پوری دنیا جہالت کی تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی اور ماں کے دودھ کی افادیت کسی کو معلوم نہ تھی، اگر بالفرض میاں بیوی میں جدائی واقع ہو جائے تو بھی دودھ پیتے بچے کی پرورش اور اسے دودھ پلانے کا زیادہ حق ماں کو ہی حاصل ہے، طلاق اور جدائی کی سزا اس معصوم کو دینا جائز نہیں۔(۲۳۳)

(۲۲) طلاق ہو جائے یا شوہر کی وفات کا سانحہ پیش آجائے دونوں صورتوں میں عورت پر عدت لازم ہے، عدتِ طلاق تین حیض جبکہ عدتِ وفات چار ماہ دس دن ہے۔(۲۲۸_۲۳۴)

(۲۳) جو عورت زمانۂ عدت میں ہو اس سے نکاح کے بارے میں عہد و پیمان لینا منع ہے البتہ دِل میں خواہش رکھنے اور اشارہ کنایہ میں اپنی خواہش کے اظہار کی اجازت ہے۔(۲۳۵)

(۲۴) خاندان اور معاشرہ کی اصلاح اپنی جگہ بے حد اہمیت رکھتی ہے لیکن اس کے لئے حق اور حق کے انصار و اعوان کی بقاء ضروری ہے، جہاد کا مقصد حق اور حق کے علمبرداروں کی بقا ہی ہے، اس لئے قرآن کریم میں جہاد پر بڑا زور دیا گیا اور موت کے ڈر سے جہاد سے راہِ فرار اختیار کرنے والوں کی شدید مذمت کی گئی ہے، بعض مقامات پر اس حوالے سے امم سابقہ کے قصے بھی بیان کئے گئے ہیں، یہاں دوسرے پارہ کے اختتام پر بھی دو قصے مذکور ہیں، پہلا قصہ ایسی قوم کا ہے جو طاعون کی بیماری پھیل جانے کے بعد موت کے ڈر سے گھروں کو چھوڑ کر بھاگ کھڑی ہوئی تھی لیکن یہ فرار انہیں موت سے نہ بچا سکا، اس قصہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ کوئی تدبیر انسان کو تقدیر سے نہیں بچا سکتی۔

دوسرا قصہ بنی اسرائیل اور حضرت طالوت کا ہے جن کی قیادت میں جہادی صفات سے

مالامال تھوڑے سے لشکر نے اپنے کئی گُنا بڑے لشکر کو شکست دے دی، یہ قصہ ایسا تھا کہ خود بنی اسرائیل کے بھی صرف خواص ہی کے علم میں تھا، عوام اس سے بے خبر تھے، نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے تاریخ کی اس سے بھولی بسری داستان کا بیان ہو جانا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کا رابطہ اس ذات سے ہے جس کی نظر سے تاریخ کی کوئی کڑی بھی اوجھل نہیں اور یہ کہ آپ واقعی سچے رسول ہیں اسی لئے اس قصہ کے آخر میں فرمایا گیا ہے ''یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جو ہم آپ کو ٹھیک پڑھ کر سُناتے ہیں اور بلاشبہ آپ ہمارے رسولوں میں سے ہیں''۔

(اسی آیت پر دوسرے پارہ کا اختتام ہو جاتا ہے)

پیشکش: ابوزبیر

[www_alkalam_pk@yahoo.com]